خالق کا شاہکار

سید قطب شہید
ترجمہ: سید حامد علی

انسان کے حواس، احساسات اور عقل و ضمیر کو جھنجھوڑنے اور بیدار کرنے کے بعد قرآن انسان کی موجودہ حالت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ انسان غافل و بے پرواہ ہے! وہ انسانی قلب کو ایک خوش گوار عتاب سے، جس کے اندر وعید پوشیدہ ہے، جھنجھوڑتا ہے، وہ اسے خدا کا اولین احسان یاد دلاتا ہے کہ اسے خدا نے ایک کامل، معتدل اور متوازن صورت میں پیدا کیا۔ اس کا رب اس کو، کسی اور صورت میں، جسے وہ چاہتا، پیدا کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ خدائے تعالیٰ نے اسی معتدل، متوازن اور خوب صورت شکل کو اس کے لیے پسند فرمایا مگر انسان نہ اس کا شکر ادا کرتا ہے، نہ اس کی قدر و منزلت پہچانتا ہے۔

يَآاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ - الَّذِىْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ - فِىْٓ اَىِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ - (الانفطار ۸۲: ۶، ۷، ۸)

”اے انسان! کس شے نے تجھے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے! جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے ٹھیک ٹھاک کیا، تجھے معتدل و متناسب بنایا، اور جس صورت میں چاہا، جوڑ کر تجھے تیار کیا!“

خدا تعالیٰ نے يَآاَيُّهَا الْاِنْسَانُ ”اے انسان“ کہہ کر خطاب فرمایا ہے۔ اس طرح خدا نے انسان کو اس کی اس صفت سے یاد کیا ہے، جو اس کے وجود میں سب سے زیادہ معزز و بزرگ ہے یعنی ”انسانیت“ جس کے باعث وہ سب موجودات میں ممتاز ہے، جس کی بنا پر وہ بلند ترین مقام پر فائز ہے، جس کی صورت میں خدائے تعالیٰ کے عظیم احسان کا اس پر فیضان ہے! اور اللہ کی، اس کے لیے تکریم جلوہ فگن ہے!

اس خطاب کے بعد ایک حسین و جلیل عتاب ہے! مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ”کس شے نے تجھے اپنے

رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے!" اے انسان! تو اپنے رب کے سلسلے میں کیوں فریب خوردہ ہے؟ تیرا رب تو تیرا محافظ، نگراں اور پالن ہار ہے، اس نے تجھے اپنے کرم سے نوازا اور معزز و بزرگ انسانیت سے سرفراز کیا ہے، تو اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل میں سستی برتتا ہے، اور اس کی جناب میں بے ادبی کا مرتکب ہوتا ہے، حالانکہ وہ تیرا کریم رب ہے۔ اس نے تجھے اپنی نعمتوں سے خوب خوب نوازا ہے۔ انھی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت تیری "انسانیت" ہے جس کی بنا پر تو تمام مخلوقات سے ممتاز ہے اور جس کے نتیجہ میں تجھے تمیز اور عقل کی نعمتیں ملی ہیں جنھیں پاکر تو خدا کے بارے میں مناسب و نامناسب، ہر طرح کی باتیں سوچتا ہے۔

پھر قرآن اس خدائی فضل کی، جسے یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ میں مجملاً بیان فرمایا ہے --- اور اس مجمل تعبیر میں اشارات و معانی کا ایک خزانہ پنہاں ہے --- اور جو "انسانیت" کی صورت میں اسے عطا ہوا ہے، اس فضل کی کچھ تفصیل تخلیق، تسویہ اور تعدیل سے بیان فرماتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس صورت میں چاہتا، اسے پیدا کر سکتا تھا۔ دوسری صورتوں کے بجائے، انسان کے لیے اس موزوں اور بہترین صورت کو اختیار کرنا اس کے بے پایاں فضل و کرم کا نتیجہ ہے مگر انسان نہ اس کا شکر ادا کرتا اور نہ اس کی قدر و منزلت کرتا ہے، اس کے بجائے وہ فریب خوردگی و لاپرواہی کا شکار ہے:

یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ - الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ - فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ -

یہ ایک ایسا خطاب ہے جو انسانی وجود کے ایک ایک ذرے کو --- اگر اس کی انسانیت زندہ ہے --- ہلا کر رکھ دیتا اور دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔ اس کا کریم رب اس "بزرگ عتاب" سے اسے مخاطب کر رہا ہے، اپنے احسانات اسے یاد دلا رہا ہے، حالانکہ وہ غافل و تقصیروار ہے اور اپنے مالک و آقا کے سلسلے میں، جس نے اسے پیدا کیا، ٹھیک ٹھاک کیا اور معتدل و متوازن بنایا، بے ادبی کا مرتکب ہے۔

انسان کی، اس حسین، معتدل و متناسب اور کامل صورت میں، جو شکل اور خصوصیات، دونوں کے لحاظ سے کامل ہے، تخلیق ایک ایسا امر ہے جو طویل غور و فکر، عمیق شکر اور فراواں ادب کا سزاوار ہے۔ اس پر غور و فکر کے نتیجے میں انسانی قلب میں "رب کریم" کے لیے محبت امنڈتی ہے جس نے محض اپنی عنایت و نوازش سے انسان کو یہ کامل، متوازن اور حسین و جمیل صورت عطا فرمائی۔ وہ اسے کسی اور صورت میں بھی پیدا کر سکتا تھا۔

انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس کی ترکیب حسین، جس کی خلقت متوازن اور جس کے جوڑ بند معتدل ہیں۔ اس کے وجود کے عجائبات بے شمار اور انسانی علم و فہم کے احاطہ سے باہر ہیں۔ گردوپیش

میں جو مخلوقات نظر آتی ہیں، انسان ان سب سے زیادہ عجیب اور حیرت انگیز ہے!

یہ حسن، یہ توازن اور یہ کمال جس طرح انسانی جسم کی ساخت میں ہے، ٹھیک اسی طرح اس کی عقل اور روح میں ہے۔ انسان کا پورا وجود حسن، توازن اور کمال کا اعلیٰ نمونہ ہے!

انسانی اعضا کی ساخت کے کمال دقت و باریکی اور مضبوطی و استحکام کی وضاحت کے لیے پوری پوری کتابیں تصنیف ہوئی ہیں۔ یہاں انسانی ساخت کے عجائبات کو تفصیل سے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہم بعض عجائبات کی طرف صرف اشارہ کرنے پر اکتفا کریں گے۔ انسان کی جسمانی ساخت کے خاص خاص پہلو یہ ہیں:

ہڈیوں کا نظام، عضلات کا نظام، جلد کا نظام، ہضم کا نظام، خون کا نظام، سانس کا نظام، توالد و تناسل کا نظام، شرائین کا نظام، پٹھوں کا نظام، پیشاب کا نظام، چکھنے، سونگھنے، سننے اور دیکھنے کا نظام!

ان میں سے ہر نظام اتنا حیرت انگیز ہے کہ انسان کی بنائی ہوئی تمام عجیب و غریب مشینیں، جنھیں دیکھ کر انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے، اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں! لیکن انسان اپنی ذات کے ان عجائبات کو، جو بے شمار ہیں اور جو ہر شے سے زیادہ عمیق، زیادہ دقیق اور بے مثال ہیں، بھولے ہوئے ہے۔

انگلش کا 'سائنس' کا ایک میگزین رقم طراز ہے:

"ہاتھ فطرت کے عجائبات میں سے سب سے زیادہ حیرت ناک اور بالکل منفرد نوعیت کا عضو ہے۔ یہ بہت دشوار بلکہ ناممکن ہے کہ کوئی ایسا آلہ ایجاد کیا جاسکے جو ہاتھ کی طرح سادہ، بہت سے کاموں پر قادر اور تیزی سے کام کرنے والا ہو۔ آپ کسی کتاب کو پڑھنا چاہیں تو اسے اپنے ہاتھ سے تھامیں گے، پھر آپ کتاب کو اس پوزیشن میں رکھیں گے جو پڑھنے کے لیے موزوں ترین ہو، ہاتھ خود بخود کتاب کو اس پوزیشن میں لے آئے گا! آپ کتاب کے اوراق پلٹنا چاہیں تو ہاتھ کی انگلی ورق پر رکھیں گے اور اسے اتنا دبائیں گے کہ ورق پلٹ سکے، ورق پلٹنے پر انگلی کا دباؤ ختم ہو جائے گا۔ اسی ہاتھ سے آپ قلم پکڑتے ہیں اور ہاتھ قلم سے لکھنے کا کام لیتا ہے۔ اسی ہاتھ سے ان تمام اوزاروں کو، جو انسان کے لیے ضروری ہوتے ہیں--- چمچہ اور چھری سے لے کر قلم تک--- استعمال میں لایا جاتا ہے۔ ہاتھ ہی کھڑکی کھولتا اور بند کرتا ہے، ہاتھ ہر وہ چیز اٹھاتا ہے جسے انسان اٹھانے کا ارادہ کرتا ہے۔ آدمی کا یہ ہاتھ ستائیس ہڈیوں اور انیس عضلات کے مجموعہ پر مشتمل ہے۔

"انسانی کان کا ایک حصہ (درمیانی) تقریباً چار ہزار باریک گتھی ہوئی کمانوں کا، جو حجم اور شکل کے اعتبار سے بہت عمدہ طور پر تیار اور مربوط کی گئی ہیں، سلسلہ ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کمانیں موسیقی کے آلات کے مشابہ ہیں، واضح طور پر انھیں اس مقصد کے لیے تیار کیا گیا ہے کہ ہر طرح کی آواز اور

شور کو بجلی کے کڑکے سے لے کر درختوں کی سرسراہٹ اور آرکسٹرا میں موسیقی کے آلات سے پھوٹنے والے خوش آیند نغموں تک ہر آواز کو دماغ تک منتقل کر دیں"۔

"آنکھ میں دیکھنے کے حاسہ کا مرکز روشنی کو اخذ کرنے والے تیرہ کروڑ پردے رکھتا ہے۔ پھر آنکھوں کی حفاظت کے لیے پپوٹے ہیں جو پلکوں والے ہیں، یہ پپوٹے دن رات آنکھوں کی حفاظت کرتے ہیں، ان کی غیر ارادی حرکت گرد و غبار اور اجنبی چیزوں کو آنکھ میں پڑنے نہیں دیتی۔ پلکوں کے سائے کے باعث آنکھوں پر پڑنے والی دھوپ کی شدت کم ہو جاتی ہے۔ پپوٹوں کی حرکت سے آنکھوں کی حفاظت کے علاوہ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ آنکھ خشک نہیں ہونے پاتی۔ رہا وہ سیال مادہ جو آنکھ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور جسے ہم "آنسو" کے نام سے جانتے ہیں تو وہ آنکھ کو پاک صاف رکھنے والا سب سے طاقت ور سیال ہے"۔

"چکھنے کا آلہ انسان میں زبان ہے۔ زبان بہت سے چکھنے والے خلیوں کے ذریعہ، جو زبان کے غشائے مخاطی (لعاب دار پردہ) کی گھنڈیوں میں ہوتے ہیں، اپنا کام کرتی ہے۔ ان گھنڈیوں کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں، ان میں سے کچھ ریشہ دار ہوتی ہیں، کچھ کگر نما ٹائپ کی اور کچھ محدب شکل کی۔ انھیں زبان کے نگلنے اور چکھنے والے پٹھوں کی شاخوں سے غذا ملتی ہے۔ کھاتے وقت چکھنے والے اعصاب متاثر ہوتے ہیں اور ان کے اثرات دماغ تک منتقل ہوتے ہیں۔ یہ نظام منہ کے ابتدائی حصہ میں ہے تاکہ جس چیز کو انسان مضر محسوس کرے اسے تھوکنا ممکن ہو سکے۔ اسی حصہ سے تلخی، شیرینی، سردی، گرمی، ترشی، نمکینی اور سوزش وغیرہ کا احساس ہوتا ہے۔ زبان میں چکھنے کی نو ہزار باریک گھنڈیاں ہوتی ہیں جو ایک سے زیادہ پٹھے کے ذریعہ دماغ سے متعلق ہیں۔ یہ پٹھے کتنے ہیں، ان کا کیا حجم ہے، یہ الگ الگ کیسے عمل کرتے ہیں، اور کیسے مل کر دماغ کو احساسات بہم پہنچاتے ہیں! (سخت حیرت انگیز ہے یہ معاملہ!)"

"اعصاب کا نظام، جو جسم پر مکمل طور سے چھایا ہوا ہے، ایسی باریک نسیجوں سے تشکیل پاتا ہے جو جسم کے تمام اطراف سے گزرتی ہیں، پھر یہ اپنے سے بڑی نسیجوں سے جڑ جاتی ہیں اور وہ اعصاب کے مرکزی نظام سے۔ جب جسم کا کوئی حصہ متاثر ہوتا ہے، خواہ یہ تاثر فضا کے درجہ حرارت میں معمولی تبدیلی ہی کی وجہ سے ہو، تو یہ عصبی نسیجیں اس احساس کو ان مراکز تک پہنچا دیتی ہیں جو پورے جسم میں پھیلے ہوئے ہیں اور مراکز اس احساس کو دماغ تک منتقل کر دیتے ہیں تاکہ دماغ جو اقدام کرنا چاہے کر سکے۔ اعصاب کے ان اشارات و پیغامات کی ترسیل کی رفتار ایک سیکنڈ میں سو میٹر ہے"۔

"جب ہم ہضم پر اس طرح غور کرتے ہیں کہ وہ ایک کیمیاوی معمل (laboratory) کا ایک عمل

ہے اور جو کھانا ہم کھاتے ہیں ، وہ اس کا خام مواد ہے تو ہمیں اچانک یہ انکشاف ہوتا ہے کہ یہ ایک حیرت ناک عمل ہے جو تقریباً ہر کھائی ہوئی چیز کو ہضم کر لیتا ہے بجز معدے کے!"

"ہم اس کیمیائی معمل میں انواع و اقسام کے کھانے رکھ دیتے ہیں اور اس میں اس کیمیائی معمل کا کوئی لحاظ نہیں کرتے ، اور نہ اس پر غور کرتے ہیں کہ ہضم کا کیمیاوی عمل کس طرح اس سے معاملہ کرے گا ، مثلاً ہم گوشت کے ٹکڑے ، کرم کلا ، گیہوں اور تلی ہوئی مچھلی کھاتے ہیں اور کچھ پانی کے ساتھ انھیں معدہ میں اتار دیتے ہیں"۔

"اس مخلوطہ میں سے معدہ ان چیزوں کا انتخاب کر لیتا ہے جو کار آمد اور نفع بخش ہوتی ہیں۔ وہ ہر قسم کے کھانے کی اس طرح شکست و ریخت کرتا ہے کہ وہ اپنے کیمیاوی اجزا میں تحلیل ہو جائے۔ وہ فضلات کی پرواہ نہیں کرتا۔ بقیہ کو وہ نئے پروٹین میں تبدیل کر دیتا ہے تاکہ وہ مختلف خلیات کے لیے غذا کا کام دے سکے۔ آلہ ہضم اس میں سے کیلشیم ، گندھک ، آیوڈین ، لوہے اور دوسرے ضروری اجزا کو چن لیتا ہے۔ وہ اس بات کا اہتمام کرتا ہے کہ جو ہری اور بنیادی اجزا ضائع نہ ہونے پائیں ، ہارمون پیدا ہو سکیں ، اور زندہ رہنے کے لیے تمام زندگی بخش ضروری مواد صحیح اور موزوں مقدار میں فراہم ہو سکے جو تمام ضروریات کی تکمیل کے لیے کافی ہو۔ اس کے علاوہ معدہ چربی اور دوسرے احتیاطی مواد کا ذخیرہ بھی کرتا ہے تاکہ کسی ہنگامی ضرورت مثلاً بھوک وغیرہ کا مقابلہ کیا جا سکے۔ اور یہ سب اس کے بغیر ہوتا رہتا ہے کہ انسان اس کی فکر کرے یا اس کے اسباب و علل معلوم کرے!

ہم بے شمار قسم کی چیزیں اس کیمیاوی معمل میں ڈالتے رہتے ہیں اور اس کا ذرا بھی لحاظ نہیں کرتے کہ ہم کس قسم کی چیزیں لے رہے ہیں۔ ہمیں اعتماد ہے کہ معدہ ہمیں زندہ رکھنے کے لیے سارے کام خود بخود انجام دے گا۔

جب کھائی ہوئی چیزیں تحلیل ہو کر نئی اشیا کی شکل اختیار کر لیتی ہیں تو ان تیار شدہ اشیا کو جسم کے کھربوں خلیات میں سے ہر خلیہ تک مسلسل پہنچایا جاتا رہتا ہے۔ کل روئے زمین پر انسانوں کی جتنی تعداد ہے ان سے بہت زیادہ تعداد جسم کے خلیات کی ہے۔ ہر ہر خلیہ تک ان اشیا کا مسلسل پہنچتے رہنا ضروری ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ کسی بھی خلیہ تک اس مواد کے سوا دوسرا مواد نہ پہنچے جس کی ، اسے ہڈی ، ناخن ، گوشت ، بال ، آنکھ ، دانت وغیرہ چیزوں میں بدل جانے کے سلسلے میں ضرورت ہے۔ اور ہر مخصوص خلیہ یہ مواد مسلسل پاتا رہتا ہے۔

معدہ ایک ایسا کیمیاوی معمل ہے جو انسانی ذہن کی ایجاد کردہ کسی بھی لیبارٹری سے زیادہ مواد فراہم کرتا ہے۔ پھر اسی کے ساتھ ترسیل کا ایک ایسا نظام ہے ، جو حمل و نقل اور ترسیل کے کسی بھی نظام سے ، جسے دنیا جانتی ہے ، زیادہ عظیم ہے اور یہ سارا کام انتہائی نظم و ضبط اور منصوبہ کے ساتھ

انجام پاتا ہے"۔

(اللہ و العلم الحدیث ، خدا اور جدید سائنس مصنف استاذ عبدالرزاق نوفل اور العلم یدعو الی الایمان ، سائنس ایمان کی طرف بلاتی ہے)۔

انسانی جسم کے دوسرے نظاموں میں سے ہر ایک نظام کے بارے میں اسی طرح بہت کچھ بتایا جاتا ہے ، لیکن ان نظاموں میں خدا کے کھلے ہوئے اعجاز کے باوجود حیوانات کسی نہ کسی صورت میں انسان کے شریک ہیں۔ جو چیز ان کے علاوہ انسان میں پائی جاتی ہے وہ اس کی عقلی و روحانی خصوصیات ہیں جن میں وہ منفرد ہے! اس سورہ میں یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ --- اے انسان --- کے الفاظ سے پکارنے کے بعد اَلَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ "جس نے تجھے پیدا کیا! تجھے ٹھیک ٹھاک کیا! اور تجھے معتدل و متناسب بنایا" کہہ کر دراصل انھی خصوصیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور انھیں اللہ کا خصوصی انعام و احسان قرار دیا گیا ہے!

عقل کا یہ فہم و ادراک ، جو انسان کے ساتھ خاص ہے ، ہم اس کی کنہ سے ناآشنا ہیں۔ جن چیزوں کو ہم جانتے ہیں ، انھیں جاننے کے لیے عقل ہی آلہ ہے لیکن عقل خود اپنے آپ کو نہیں جانتی ، نہ یہ جانتی ہے کہ وہ کس طرح جانتی ہے۔ عقل کے ذریعہ جن چیزوں کا ادراک ہوتا ہے ، ہم فرض کرتے ہیں کہ ان کے متعلق معلومات باریک عصبی نسیجوں کے ذریعہ دماغ تک پہنچتی ہیں لیکن دماغ ان محسوسات و معلومات کو کہاں ذخیرہ کرتا ہے؟ مغز کو اگر ایک ریکارڈ کرنے والا فیتہ مان لیا جائے تو انسان کی ساٹھ سال کی عمر کے لیے جو اس کی اوسط عمر ہے --- اربوں میٹر لمبا فیتہ درکار ہو گا جس میں اس مدت کی صورتوں ، باتوں ، معانی ، محسوسات اور تاثرات کے عظیم ذخیرے کو ریکارڈ کیا جا سکے تاکہ بعد میں اسے یاد کیا جا سکے ، جیسا کہ دسیوں سال کے بعد انسان کو عملاً یہ باتیں یاد آ جاتی ہیں۔ پھر دماغ کس طرح مفرد الفاظ ، مفرد معانی ، مفرد واقعات اور مفرد ضرورتوں کو ترکیب دے کر ان سے ایک مجموعی فہم حاصل کرتا ہے تاکہ معلومات سے علم کی طرف ، محسوسات و مدرکات سے ادراک کی طرف اور تجربات سے معرفت کی طرف پہنچا جا سکے!

یہ انسان کی ان خصوصیات میں سے ، جو اسے دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی ہیں ، ایک خصوصیت ہے لیکن یہ اس کی سب سے بڑی اور سب سے اعلیٰ و ممتاز خصوصیت نہیں ہے۔ اس سے بھی اعلیٰ ایک اور شے ہے اور وہ انسانی روح ہے جو اس کے ساتھ خاص ہے اور جو اللہ کی روح کا ایک نور اور پرتو ہے۔ یہ روح انسان کا ، وجود اور خالق وجود کے حسن و جمال سے ربط قائم کر دیتی ہے اور انسان کائنات کے حسن و جمال کے انوار کو جذب کرنے کے بعد وجود مطلق سے --- جو بے حد و بے انتہا ہے --- رابطہ کے تاب ناک و لطیف لمحات و کیفیات سے ہم کنار ہوتا ہے!

انسان اس روح کی کنہ سے ناواقف ہے! وہ تو اس سے کم تر درجہ کی شے کو بھی نہیں جانتا! یعنی محسوسات و مدرکات کے فہم و ادراک کی حقیقت کو--- انسان زمین پر رہتے ہوئے اس روح کی دولت آسمانی سعادت و مسرت کے انوار سے متمتع ہوتا ہے اور اس کا رابطہ ملا اعلیٰ سے قائم ہو جاتا ہے - یہ روح انسان کے اندر جنت کی دائمی و ابدی زندگی سے متمتع ہونے اور سعادتوں سے بھرے اس عالم میں خدائی حسن و جمال دیکھنے کی استعداد پیدا کرتی ہے -

یہ روح انسان کے لیے اللہ کی سب سے بڑی بخشش ہے، اسی کی وجہ سے وہ "انسان" بنا ہے، اسی وجہ سے اللہ نے اسے یَآ اَیُّھَا الْاِنْسَانُ اے انسان! کہہ کر پکارا ہے -

پھر خدائے تعالیٰ اسے عتاب کرتا ہے! شرمندہ کرنے والا عتاب! مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ "کس شے نے تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں فریب میں مبتلا کر رکھا ہے!"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ انسان کو آواز دے کر بہ نفس نفیس اس پر عتاب کرتا ہے! اور انسان کا حال کیا ہے؟ وہ قصوروار، گناہ گار، فریب خوردہ، خدائی عظمت و جلال کا قدر ناشناس، اس کے حضور میں بے ادب بنا کھڑا ہے! اللہ تعالیٰ اسے اپنی سب سے بڑی نعمت--- انسانیت--- یاد دلاتا ہے، پھر اس کی تقصیر، بے ادبی اور فریب خوردگی کا ذکر کرتا ہے!

یہ انسان کو پگھلا دینے والا عتاب ہے بشرطیکہ انسان اپنے وجود کے نقطہ آغاز کی حقیقت سے واقف ہو، اپنے خبر دینے والے کی حقیقت سے آگاہ ہو اور اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے کی حقیقت سے باخبر ہو--- ہاں خدا انسان کو پکار رہا اور اسے عتاب کر رہا ہے!

یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ - اَلَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ - فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ -

"اے انسان! کس شے نے تجھے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے! جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے ٹھیک ٹھاک کیا، تجھے معتدل و متناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا، جوڑ کر تجھے تیار کیا" - (فی ظلال القرآن)

ترجمان القرآن

امت کے لیے زندگی کا پیغام ہے!

اس پیغام کو پھیلانے میں اپنا حصہ ادا کیجیے!!